بسم اللہِ الرّحمن الرّحیم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعی

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر

ڈائریکٹر سیرت چیئر، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

اسلام دعوت کا دین ہے۔ قرآن مجید دعوت کی کتاب ہے۔ اگر چہ اس میں ہدایت وشریعت کا بیان ہے مگر اس کے اندر دعوت وہدایت کا عنصر دیگر عناصر پر غالب ہے۔ کیونکہ ایمان کی بنیاد ہدایت پر ہے اور اس ایمان کے حصول کا دارومدار دعوت پر ہے۔ محمد رسول اللہ اس دعوت کے داعی ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

''یایھا الرسول بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته واللّٰہ یعصمك من الناس "(۱)(اے پیغمبر جو کچھ تمھارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔ اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے)۔

زیرِ قلم مقالہ ''محمد رسول اللّٰہ بحیثیت داعی ''میں تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے کی کاوش ہے۔ قرآن مجید میں آپؐ کے بارے میں ارشاد ہوا۔

''تبارك الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا الذی له ملك السموٰات والارض ولم یتخذ ولدا و لم یکن له شریك فی الملك وخلق کل شیء فقدّرہ تقدیرا"(۲)(نہایت متبرک ہے وہ جس نے یہ فُرقان اپنے بندے پر نازل کیا تا کہ سارے جہان والوں کے لیے خبردار کر دینے والا ہو وہ جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا ہے، جس کے ساتھ بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے، جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی ایک تقدیر مقرر کی)۔

دعوت کا مفہوم: انبیاء کے فرائض منصبی میں سے سب سے اہم فریضہ دعوت وتبلیغ ہے قرآن مجید نے دعوت وتبلیغ کے لیے متعدد اصطلاحات والفاظ استعمال کیے ہیں۔ مثلاً

دعوت: اس کے معنی پکارنے اور بلانے کے ہیں۔

"قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللّٰہ علی بصیرۃ انا ومن اتّبعنی وسبحن اللّٰہ وما انا من المشرکین" (۳)(آپ ان سے کہہ دیجیئے کہ میرا راستہ تو یہ ہے، میں اللہ کی

طرف بلاتا ہوں، میں خود بھی پوری روشنی میں اپنا راستہ دیکھ رہا ہوں اور میرے ساتھی بھی اور اللہ پاک ہے اور شرک کرنے والوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں)۔اسی طرح آپ کو حکم ہے۔

"اُدع اِلٰی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن" (۴) (اپنے پروردگار کی راہ کی طرف لوگوں کی دانائی اور عمدہ نصیحت کے ذریعہ بلاؤ اور لوگوں سے مباحثہ بہترین طریقے سے کرو)۔

قرآن مجید میں چالیس کے قریب ایسی آیات آئی ہیں جن میں دعوت کا مفہوم بیان ہوا ہے۔

تبلیغ: تبلیغ سے مراد مخاطب تک دین کی بات ایسے عمدہ طریق اور دل نشین انداز میں پہنچانا کہ وہ اس کے دل و دماغ پر اثر کرے۔رسولوں کے متعلق فرمایا گیا۔

"الذین یبلغون رسالات اللّٰه ویخشونه ولا یخشون احدا الا اللّٰه وکفیٰ باللّٰه حسیبا" (۵) (جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور ایک خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ہیں۔پس محاسبہ کے لیے اللہ ہی کافی ہے)۔

رسول اللہؐ کو حکم ہے۔"یایها الرسل بلغ ما انزل الیك من ربك وان لم تفعل فما بلغت رسالته واللّٰه یعصمك من الناس" (۶) (اے پیغمبر جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے)۔

انذار: انذار کے لغوی معنی ڈرانے کے ہیں اور نذیر کے معنی ڈرانے والا کے ہیں۔انذار اور نذیر کا لفظ ۱۱۵ مرتبہ قرآن مجید میں آیا ہے۔مثلاً "یا ایها المدثر قم فانذر وربك فکبر" (۷) (اے چادر لپیٹ کر لیٹنے والے، اٹھو اور خبردار کرو، اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: "واوحی اِلی هذا القرآن لانذرکم به ومن بلغ" (۸) (اور یہ قرآن میری طرف وحی بھیجا گیا ہے تاکہ تمھیں اور جس جس کو پہنچے سب کو خبردار کردوں)۔

تذکیر: قرآن مجید میں دعوت و تبلیغ کے مفہوم میں تذکیر کا لفظ بھی استعمال کیا گیا ہے۔اور ۶۸ مرتبہ یہ لفظ قرآن مجید میں اسی مفہوم میں آیا ہے۔رسول اللہ کو مخاطب کر کے آپؐ کی اس حیثیت کا اظہار فرمایا:

"وذکر فان الذکری تنفع المومنین" (۹) (اور نصیحت کرتے رہو کیونکہ نصیحت ایمان لانے والوں کے لیے مفید ہے)۔"فذکر بالقرآن من یخاف وعید" (۱۰) (پس تم اس

قرآن کے ذریعے سے ہر اس شخص کو نصیحت کرو جو میری تنبیہہ سے ڈرے)۔

تبشیر: تبشیر کا لفظ بھی دعوت و تبلیغ کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ قرآن مجید میں تقریباً ۵۵ مرتبہ یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کو حکم ہے۔ "وبشر الذین آمنوا وعملوا الصلحت ان لهم جنت تجری من تحتها الانهر کلما رزقوا منها من ثمرة رزقا قالوا هذا الذین رزقنا من قبل واتوا به متشابها" (۱۱) (جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے انہیں خوشخبری دیجیئے کہ ان کے لیے ایسے باغ ہیں جنکے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان باغوں کے پھل صورت میں دنیا کے پھلوں سے ملتے جلتے ہوں گے)۔ دیگر انبیاء کے متعلق فرمایا:

"رُسلا مبشرین ومنذرین لئلاّ یکون للنّاس علی اللهِ حجّة بعد الرسل" (۱۲) (یہ ہمارے رسولؑ خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے تا کہ ان کے آ جانے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہے)۔

تواصی بالحق: قرآن مجید میں دعوت کے لیے تواصی بالحق کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

مثلاً سورۃ العصر میں ہے "وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر" (۱۳) (ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کی اور صبر کی تلقین کرتے رہے)۔ سورۃ البقرۃ میں یہی مفہوم اس طرح بیان ہوا ہے۔ "ووصّی بها ابراهیم بنیه ویعقوب" (۱۴) (اور اس طریقہ کی ہدایتِ ابراہیم نے اپنی اولاد کو کی تھی اور یعقوب نے بھی)۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر: امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے الفاظ بھی اسی مفہوم میں استعمال ہوئے ہیں۔ نبی ﷺ کی ذمہ داریوں میں اہلِ ایمان کو بھی شامل کیا گیا۔

"ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولئك هم المفلحون" (۱۵) (اور تم میں سے کچھ لوگ ایسے ضرور ہونے چاہئیں جو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں اور جو لوگ یہ کام کریں وہی فلاح پانے والے ہیں)۔

"والمومنون والمومنات بعضهم اولیآء بعض یأمرون بالمعروف وینهون عن المنکر" (۱۶) (مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں بھلائی کا حکم دیتے ہیں برائی سے روکتے ہیں)۔

ہدایت: ہدایت کا لفظ بھی اسی مفہوم میں قرآن عزیز میں استعمال ہوا ہے۔ "وممن خلقنا اُمّة

یھدون بالحق وبہ یعدلون "(۱۷)(اور ہماری مخلوق میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو ٹھیک حق کے مطابق ہدایت اور حق کے مطابق انصاف کرتا ہے)۔حضرت ابراہیمؑ کے حوالے سے ارشاد ہے۔

"فاتبعنی اھدک صراطاً سویا"(۱۸)(پس آپ میری پیروی کریں آپ کو سیدھا راستہ بتاؤں گا)۔

مندرجہ بالا قرآنی آیات سے اس فریضہ کی اہمیت وضرورت اور کام کی نوعیت اور ہمہ جہتی واضح ہو جاتی ہے۔اب ہماری گفتگو دعوت کی ضرورت واہمیت اور تمام انبیاء کا یہ فریضہ سرانجام دینے کے بارے میں ہوگی۔

منصب نبوت اور دعوت

دعوت منصب نبوت کا بنیادی فریضہ: انبیاء کرام کا پہلا اور اہم فریضہ دعوت وتبلیغ ہے۔یعنی جو سچائی ان کو خدا کی طرف سے ملی ہے اس کو دوسروں تک پہنچا دینا اور جو علم ان کو عطا ہوا ہے۔اس سے اوروں کو بہرہ ور کرنا۔ خدا کا پیغام جس حد تک انہیں پہنچا ہے۔اسے دوسرے لوگوں تک پہنچا دینا،اس نے ان کو جس صداقت سے آگاہ کیا ہے۔اس سے اپنے ہم جنسوں کو باخبر کرنا، جو مالی، جسمانی، جانی، زبانی، روحانی اور اخلاقی طاقتیں اس کو بخشی گئی ہیں ان کو اس پر صرف کرنا اس اعلان ودعوت میں جو تکلیف بھی آئے اس کو راحت جاننا جو مصیبت بھی درپیش ہو۔اس کو آرام سمجھنا،حق کی آواز کو دبانے کے لیے جو قوت بھی سر اٹھائے اس کو کچل دینا،اور مال ومتاع،اہل وعیال الغرض جو چیز بھی اس سفر میں سنگِ راہ ہو کر سامنے آئے اس کو ہٹا دینا،اس کی ساری کدوکاوش کا مقصد خدا کی رضامندی،مخلوق کی خیر خواہی اور اپنے فرض منصبی کی ادائیگی کے سوا کچھ نہیں،دنیا میں جس قدر پیغمبر آئے انہوں نے اپنے فرض کو اسی ایثار اور قربانی کے ساتھ سرانجام دیا اور ایک لمحہ بھی اپنے اس فرض کو ادا کرنے میں کوتاہی نہ کی۔آج دنیا میں جو کچھ خدا کی محبت، بھائیوں کا پیار،انسانوں کی ہمدردی، بیکسوں کی مدد،غریبوں کی اعانت اور دوسری نیکیوں کا اس سطح زمین پر اثر ہے،وہ سب بلاواسطہ یا بالواسطہ، دانستہ یا نادانستہ ان کی ہی دعوت وتبلیغ اور جدوجہد کا اثر ونتیجہ ہے(۱۹)۔

دعوت کی اہمیت اور ضرورت: انبیاء کی بعثت کی سب سے پہلی غرض وغایت امت کے بھولے ہوئے ازلی عہد و پہچان بندگی کی یاددہانی ہے۔ "واذ اخذ ربک من بنی ادم من ظھورھم ذریّتھم واشھدھم علی انفسھم الست بربّکم قالوا بلٰی شھدنا ان تقولوا یوم القیامۃ انّا کنّا عن ھذا غفلین" (۲۰)(اور اے نبیؐ،لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمہارے

رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں۔ ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔ یہ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے)۔
اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے ساتھ جنات کی پیدائش کا مقصد بھی اپنی عبادت قرار دیا۔'' وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" (۲۱)(میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا)۔

انسانوں کی تخلیق کا ایک مقصد عبادت کے ذریعے حصول پرہیز گاری ہے۔

"یا ایها الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والّذین من قبلکم لعلکم تتقون" (۲۲)(اے لوگو: تم اپنے رب کی عبادت کرو۔ جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا کہ تم پرہیز گار ہو جاؤ)۔

کائنات کی تمام اشیاء بھی اس کے لیے مسخر کردیں۔ ''الم تر ان اللّٰہ سخر لکم ما فی الارض" (۲۳)(اے انسان کیا تو غور نہیں کرتا کہ زمین میں جو کچھ ہے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے)۔

انسان خدا تعالیٰ کے احکامات ومنہیات کی تہہ دل سے تعظیم کرے اور اطاعت وفرمانبرداری کو اپنا شعار بنائے کیونکہ عبادت نام ہی اس کیفیت کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور منہیات کی تعظیم کرتے ہوئے اس کی توحید کا اقرار ہو اور اطاعت وفرمانبرداری کو شعار بنایا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان اور اس کے مابین تمام مخلوقات کو اس لیے پیدا کیا تا کہ سب کو یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ لہذا جن وانس کو جن ذمہ داریوں کا مکلّف ٹھہرایا گیا ہے ان کی بجا آوری اصل عبادت ہے۔

عبادات کی تفصیل محض اٹکل پچو سے ممکن نہیں کہ انسان عقل کی بنیاد پر احکام الٰہیہ کی معرفت حاصل کر سکے۔ لہذا اس معرفت کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف رسولوں کو بھیجا اور آسمانی کتابیں بھی نازل فرمائیں تا کہ ان حقائق کو بیان کیا جائے جن کی خاطر کائنات کو پیدا کیا گیا اور لوگوں کے سامنے دنیا میں آنے کا مقصد واضح کر دیا جائے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے ذریعے صراط مستقیم کی وضاحت اور لوگوں پر حجت قائم کر دی تا کہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم تو جانتے ہی نہ تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ ہمارے پاس کوئی خوشخبری سنانے والا یا ڈرانے والا آیا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے

رسول بھیج کر اور آسمانی کتابیں نازل فرما کر لوگوں پر حجت قائم کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں ہر امت میں انبیاء بھیجے۔

"ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدوا اللّٰہ واجتنبوا الطاغوت" (۲۴) (اور ہم نے ہر امت میں پیغمبر بھیجا کہ خدا ہی کی عبادت کرو اور بتوں کی پرستش سے باز آجاؤ)۔

"ولقد ارسلنا رسلنا بالبینت وانزلنا معھم الکتب والمیزان لیقوم الناس بالقسط" (۲۵) (ہم نے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو بھی تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں)۔

رسول کی بعثت کی ایک غرض یہ بھی بتائی گئی کہ اس کا وجود بنی آدم پر اتمام حجت ہے۔ ممکن ہے کہ آدم کے فرزند یہ بے جا عذر کریں کہ ہمارے پاس کوئی یاد دلانے والا یا ڈرانے والا نہیں آیا۔ اس لیے فرمایا:

"رُسلا مبشرین ومنذرین لئلّا یکون للنّاس علی اللّٰہِ حجّة بعد الرسل" (۲۶) (رسول خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے تا کہ رسولوں کی آمد کے بعد لوگوں کیلئے خدا پر کوئی حجت باقی نہ رہے)۔ انجام دعوت کے حوالے سے تمام انبیاء کی دعوت کا مشترکہ نکتہ اپنے معاملات کو خدا کے سپرد کرنا ہے۔

"فستذکرون ما اقول لکم وافوض امری الی اللّٰہ واللّٰہ بصیر بالعباد" (۲۷) (جو بات میں تم سے کہتا ہوں تم اسے آگے چل کر یاد کرو گے اور اپنا کام خدا کے سپرد کرتا ہوں بے خدا بندوں کو دیکھنے والا ہے)۔

ہم دیکھتے ہیں کہ نبی پر نبی آتا ہے اور ہر نبی نے ایک ہی بات کی طرف اپنی قوم کو دعوت دی۔ حضرت نوح، حضرت ھود، حضرت صالح اور حضرت شعیب علیھم السلام کی دعوت کا اساسی نکتہ یوں بیان ہوا ہے۔ "یقوم اعبدوا اللّٰہ ما لکم من الہ غیرہ" (۲۸) (اے میری قوم کے لوگو: اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں)۔

دعوت محمدی کی ہمہ گیری: قرآن مجید کی آیات اس بارہ میں بہت واضح ہیں:

"وما ارسلنك الا کافة للناس بشیرا و نذیرا" (۲۹) (ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشارت خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا)۔

"وما ارسلنك الا رحمة للعالمين "(۳۰)(ہم نے آپ کو تمام اہل عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا)۔

"هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله "(۳۱)(خدا وہ ہے جس نے رسول کو روشن دلائل اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ سب دینوں پر غلبہ حاصل کرے)۔ "یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا "(۳۲)(اے لوگو میں تم سب کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں)۔

مذکورہ بالا آیات مبارکہ کی عملی تطبیق میں رسول اللہ ﷺ نے مختلف قوموں اور مختلف مذہبوں کے سرکردگان کے پاس مراسلات ارسال فرمائے اور دعوت اسلام کی بابت یہ ایسی کاروائی تھی جس کی نظیر دنیا کے کسی سابقہ مذہب کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔ کہ ان کے بانیان مذہب نے ایسا کیا ہو۔ چونکہ ہم ہر ایک سچے مذہب کے ہادی کی دل سے عزت وعظمت کرتے ہیں۔ لیکن وہ مقدس بزرگوار اپنے مذہب کو اسی قوم سے مخصوص سمجھتے تھے۔ جس کے لیے وہ بھیجے گئے تھے۔

اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب دو وجوہات کے پیشِ نظر دعوت کے قائل نہ تھے۔ بقول سید سلیمان ندوی:

۱۔ ان کے نزدیک قبولیت حق کا اعزاز پیدائش سے حاصل ہوتا ہے۔ کوشش سے نہیں، مطلب یہ کہ یہ شرف اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جو خاندانی اعتبار سے اس کا اہل ہو۔ کوئی شخص سعی سے یہ مقام حاصل نہیں کرسکتا۔

۲۔ حق جو ان کے پاس ہوتا ہے وہ اس قدر پاکیزہ ہے کہ ان کے مقدس خاندان کے علاوہ اسے دوسرے ناپاک لوگوں تک پہنچانا اس مقدس مذہب کی توہین ہے (۳۳) یہی وجہ ہے ایک مرتبہ جب ایک یونانی عورت نے حضرت عیسیٰ سے برکت چاہی تو حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا'' مجھے اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا (۳۴)۔

مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی (بنی اسرائیل کا مذہب) کتوں (غیر بنی اسرائیل) کے آگے پھینک دیں (۳۵)۔

حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا'' وہ چیز جو پاک ہے کتوں کو مت دو'' اور اپنے موتی سوروں کے آگے مت پھینکو (۳۶)۔

ہندوؤں نے اپنے مذہب کو تمام قوموں سے چھپا کر رکھا ہے کہ وہ اپنا مذہب اچھوتوں کو سکھا

کر اس کو ناپاک نہیں کرنا چاہتے۔ یہودیوں کا بھی یہی خیال تھا کہ غیر اسرائیلی لوگ اس نعمت کے حامل نہیں (۳۷)۔

حضرت محمد ﷺ کی دعوت و تبلیغ بھی اسی دعوت کا تسلسل ہے جو تمام سابقہ انبیاء اپنی اپنی قوموں کو دیتے رہے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے۔ ''قولوا امنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الی ابراھیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسی وعیسی وما اوتی النّبیون من ربھم لا نفرّق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون فان امنوا بمثل مآ امنتم بہ فقد اھتدوا" (۳۸) (کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس تعلیم پر جو ہماری طرف اتاری گئی ہے اور اس تعلیم پر جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد پر اتاری گئی تھی۔ ہم ان کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے مطیع فرمان ہیں۔ پس اگر لوگ بھی اس طرح ایمان لائیں جس طرح تم لائے ہو تو وہ سیدھے راستے پر ہیں)۔

سرزمین عرب کے باشندے احکام خداوندی کو بھول کر ایک خدا کی جگہ سینکڑوں دیوی، دیوتاؤں کی عبادت کر رہے تھے۔ کعبہ جو بندگی خدا کے لیے بنایا گیا تھا۔ معبد خانہ کی بجائے ۳۶۰ بتوں کا مرکز تھا۔ ان بتوں کی صبح و شام پوجا ہوتی تھی اولاد قتل کی جارہی تھی۔ بدعات و خرافات کا دور دورہ تھا۔ لوگ بے راہ روی اور بے اعتدالی کا شکار تھے۔ ان لوگوں کی ہدایت کے لیے اللہ نے حضرت محمد ﷺ کو رسول اور داعی حق بنا کر بھیجا، منصب نبوت کی اہم ترین ذمہ داری یعنی دعوت حق کی طرف آپ کو متوجہ کیا۔

ارشاد ہوا "یا ایھا المدثر قم فانذر وربّك فكبّر وثیابك فطھّر والرّجز فاھجر ولا تمنن تستكثر ولربك فاصبر" (۳۹) (اے کملی اوڑھے ہوئے اٹھو، لوگوں کی گمراہی کے انجام سے روکو اور اپنے پروردگار کی عظمت اور جلال کو بیان کرو، لباس کو پاک کرو، بتوں سے جدا رہو، اپنے پروردگار کے معاملہ میں زیادہ احسان نہ کرو اور اپنے رب کے معاملہ میں اذیت و مصیبت پر صبر کرو)۔

اس طرح دعوت و ارشاد کی پہلی منزل پر آپ نے قدم رکھا اور کلام الہٰی کے اس کلمہ بلیغ میں دعوت و تبلیغ کا جو پیغام تھا۔ اس کی خاطر آپ کو دعوت و ارشاد میں ایک قدم اور بڑھانے کا حکم ملا۔ اہل قرابت اور رشتہ داروں کو دعوت حق پہنچانے کا حکم ہوا۔ ''وانذر عشیرتك الاقربین" (۴۰) (اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤ)۔

اس کے بعد اللہ کا نبی کمر باندھ کر اس دعوت کو عام کرنے کے لیے چل پڑتا ہے۔ مکہ اور اس کے ارد گرد لوگوں کو وعظ حق سنانے کے لیے مختلف مقامات پر پہنچتا ہے۔ طائف کا میدان ہو، یا عکاظ کا میلہ ایک ہی صدائے دعوت بلند ہو رہی ہے۔

"یاایھا الناس قولوا لا اله الا الله تفلحوا" (۴۱) (لوگو لا الہ الا اللہ کہو کامیاب ہو جاؤ گے)۔

آپؐ نے جس دعوت کا آغاز مکہ کے مشرکانہ ماحول میں کیا تھا۔ وہ اپنی منازل طے کرتی ہوئی جس کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوئی وہ صرف اور صرف آپ کی ذات مبارکہ کا خاصا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''یا ایھا النبی انا ارسلنك شاهدا وّ مبشِرا وّنذیرا وّداعیاً الی الله باذنه وسراجاً منیرا" (۴۲) (اے نبی ہم نے آپ کو گواہ، خوشخبری دینے والا اور غافلوں کو ڈرانے والا اور خدا کی طرف اس کے حکم سے پکارنے والا اور ایک روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے)۔

اب آپ کی دعوت کسی خاص مقام اور ملک کے لیے نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے۔

"یاایھا الناس انی رسول الله الیكم جمیعا الّذی له ملك السّموت والارض لآ اله الاّ هو یحیٖ ویمیت فَامنوا بالله ورسوله النّبیّ الامیّ الّذی یؤمن بالله وكلمته واتبعوه لعلكم تهتدون" (۴۳) (اے پیغمبر فرما دیجئے اے بنی نوع انسان میں تم سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں وہ خدا کہ آسمان اور زمین کی بادشاہت اسی کے لیے ہے کوئی معبود نہیں اس کے سوا وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے۔ پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبی امی پر جو اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کی پیروی کرو تا کہ کامیابی کی راہ تم پر کھل جائے)۔

۱۔ **دعوت محمدیہ کے اصول:** آنحضور ﷺ کی دعوت و تبلیغ درج ذیل اصولوں پر مبنی تھی:

الف۔ دعوت بالحکمۃ: آپ کی دعوت حکمت و دانائی کے اصول کے مطابق تھی۔ آپ مخاطب کی استعداد اور موقع محل کے مدّ نظر دلنشین انداز اختیار کرتے اور مخاطب کی نفسیات کو جان کر اس کو دعوت دیتے۔ دعوت پیش کرتے وقت مخلصانہ انداز میں وعظ و نصیحت فرماتے اور مؤثر طور پر نشیب و فراز سے آگاہ کرتے مخاطب کے دلائل کی بطریق احسن تردید کرتے۔ یعنی اس آیت کے مصداق۔

"ادع الی سبیل ربك بالحكة والموعظة الحسنة وجادلهم بالّتی هی احسن" (۴۴) (اپنے پروردگار کی راہ کی طرف لوگوں کو دانائی اور عمدہ نصیحت کے ذریعے بلائیے اور

عمدہ طریق پر مناظرہ کیجیے)۔

ب۔ **قول بلیغ:** آپ کی دعوت میں عفوودرگزر وعظ ونصیحت اور قول بلیغ شامل تھا۔ارشاد ہے:

"فاعرض عنهم وعظهم وقل لهم فی انفسهم قولا بليغا"(۴۵) (آپ ان سے چشم پوشی کیجیے انہیں نصیحت کرتے رہتے اور انہیں وہ بات کہیے جو ان کے دلوں میں گھر کرنے والی ہو)۔

آپؐ جامع اور مدلل گفتگو فرماتے۔انداز دلنشین ہوتا، دعوت وارشاد میں مخالف کی بدتہذیبی اور درشت کلامی کو برداشت کرتے۔بیزار ہوکر اس کو ترک نہیں فرمادیتے تھے۔دینِ اسلام کو آسان کر کے پیش فرماتے اور خوشخبری سناتے۔جب آپ نے حضرت معاذ بن جبل اور ابوموسیٰ اشعری کو یمن میں دعوت اسلام کے لیے متعین فرمایا تو رخصت کرتے وقت یہ نصیحت فرمائی ''يسرا ولا تعسرا وبشرا ولا تنفرا "(۴۶) (دین اسلام کو آسان کر کے پیش کرنا سخت بنا کر نہیں۔لوگوں کو خوشخبری سنانا۔نفرت نہ دلانا)۔

ج۔ **رفق اور نرمی:** آپ ہمیشہ نرم لہجہ میں گفتگو فرماتے۔شیریں زبانی اور لطف وتحمل آپ کے داعیانہ اوصاف تھے۔اسلام کی نشرواشاعت میں آپ کی نرم روئی کا بڑا دخل ہے۔قرآن مجید نے یہ نکتہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''لو كنت فظاً غليظ القلب لانفضّوا من حولك "(۴۷) (محمدؐ اگر آپ درشت طبع اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے چل دیتے)۔

ابوسفیان کی بیوی ہندہ خاندان نبوت کی قدیم ترین دشمن تھی۔جنگ احد میں سید الشہداء حضرت حمزہ کا کلیجہ اس نے چبایا تھا اور آپ کے ناک کان کاٹ کر گلے کا ہار بنایا۔فتح مکہ میں بھیس بدل کر آپ کی خدمت میں اسلام لانے کے لئے حاضر ہوئی مگر گستاخی سے باز نہ آئی، دربارِ رسالت میں پہنچ کر آپ کے حسن اخلاق سے اس قدر متاثر ہوئی کہ بے اختیار بول اٹھی اے اللہ کے رسولؐ! سطح زمین پر آپ کے گھرانے سے زیادہ کوئی مجھے ناپسند نہ تھا۔لیکن آج آپ کے گھرانے سے کوئی گھرانہ مجھے محبوب تر نہیں۔آپؐ نے یہ سن کر فرمایا خدا کی قسم ہمارا بھی یہی حال ہے(۴۸)۔

د۔ **غوروفکر اور عقل وشعور کی دعوت:** آپ ﷺ نے کبھی بھی دعوت وتبلیغ میں جبرواکراہ سے کام نہیں لیا بلکہ عقل وبصیرت اور فہم وتدبر کا ہر معاملہ میں لوگوں سے مطالبہ کیا، ہر قدم پر عقلی استعداد اور مصلحت وحکمت کا اظہار کیا، اسلام نے زور وزبردستی کے طریقہ کو بالکل اختیار نہیں کیا علاوہ ازیں

مذہب کی جبری اشاعت کو ناپسند کیا بلکہ اس کا فلسفہ بتایا کہ مذہب زبردستی کی چیز ہی نہیں۔

"لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی "(۴۹)(دین میں کوئی زبردستی نہیں ہدایت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے)۔

یہ وہ عظیم الشان حقیقت ہے جس کی تلقین لوگوں کو صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے ہوئی۔

"وقل الحق من ربّکم فمن شآء فلیؤمن وّمن شآء فلیکفر "(۵۰)(اور کہہ دے کہ حق تمھارے پروردگار کی طرف سے ہے جو چاہے قبول کرے اور جو چاہے انکار کرے)۔مزید فرمایا:

"قُلْ ھَل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ان تتبعون الاّ الظن وان انتم الاّ تخرصون قل فللّٰہ الحجۃ البالغۃ "(۵۱)(کہہ اے پیغمبر کہ تمھارے پاس کوئی یقینی علم ہے کہ اس کو تم ہمارے لیے ظاہر کرو تم تو گمان ہی کے پیچھے چلتے ہو اور تم تو اٹکل ہی کرتے ہو کہ دیکھیئے اللہ ہی کی ہے پہنچتی ہوئی دلیل)۔

آنحضرت ﷺ جو قریش کے اعراض ومخالفت سے حد درجہ غمگین رہنے پر فرمایا: "انما انت مذکر لست علیھم بمصیطرہ "(۵۲)(اے پیغمبر تو تو صرف نصیحت کرنے والا ہے تو ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا گیا ہے)۔

بعدازاں دشمن پر غلبہ کے باوجود آپ نے صلح وآشتی کو مدّنظر رکھا اور اپنی دعوت کو بزور شمشیر نہیں پھیلایا۔اور نہ ہی اپنا موٴقف زبردستی کسی پر مسلط کیا۔

ثمامہ بن اثال قبیلہ بنی حنیفہ میں سے تھے۔اور یمامہ کے رئیس تھے یہ وہ قبیلہ ہے جو آخر تک سرکش رہا،اور اسی میں آنحضرتؐ کے آخری زمانہ میں مسیلمہ پیدا ہوا تھا،ثمامہ مسلمانوں کے ایک لشکر کے ہاتھ مس گرفتار ہو گئے اور مدینہ لاکر مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیے گئے،آنحضرت نماز کیلئے تشریف لائے تو پوچھا کہ ثمامہ تمھاری کیا رائے ہے؟اس نے جواب دیا محمدؐ،میری رائے اچھی ہے۔اگر مجھے قتل کرو گے تو ایک خون والے کو قتل کرو گے۔اور اگر احسان کرو گے تو ایک شکر گذار پر احسان ہوگا اور اگر زرفدیہ چاہتے ہو تو مانگو،جو مانگو گے دیا جائے گا،آنحضرت ﷺ نے کچھ نہیں فرمایا۔پھر اسی طرح دوسرے دن سوال وجواب ہوا،پھر تیسرے دن،آنحضور ﷺ نے فرمایا ثمامہ کو چھوڑ دو،لوگوں نے کھول دیا،وہ رسی سے کھل کر آزاد ہو گئے،مگر سچائی کی زنجیریں پاؤں میں پڑ گئیں۔مسجد نبوی کے قریب

ایک نخلستان میں جا کر غسل کیا اور پھر مسجد میں آ کر مسلمان ہو گئے (۵۳)۔

کیا زبردستی مسلمان بنانے کا اس سے بہتر اور کوئی موقع تھا۔ لیکن آپؐ نے جبر کی بجائے بغور مطالعہ اسلام کی فرصت دے کر انہیں حلقہ بگوش اسلام کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اس طرح جنگ بدر کے قیدیوں کو انہیں اپنے پاس رکھ کر غور وخوض کی فرصت مہیا کی گئی جس کے نتیجے میں ابوالعاص بن ربیع، نوفل بن حارث اور عقیل بن ابی طالب نے بطیب خاطر اسلام قبول کیا (۵۴)۔

غزوہ خیبر کے موقع پر آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا، خدا کی قسم اگر ایک شخص کو بھی خدا تمھارے ذریعے سے ہدایت دے دے یہ اس سے بہتر ہے کہ تمھاری ملکیت میں سرخ اونٹ ہوں (۵۵)۔

ھ۔ **عزم واستقلال:** قریش مکہ کے اصرار پر جب ابوطالب نے آپؐ سے کہا، میری جان للہ میرے اوپر اتنا بار نہ ڈال کہ میں اٹھا نہ سکوں تو آپؐ نے فرمایا، خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تو بھی میں دعوت کا کام نہ چھوڑوں گا (۵۶)۔

اسی طرح شعب ابی طالب کا محاصرہ اور طائف کی ہزیمت جیسی گوناگوں تکالیف آپ کے مشن سے آپ کو نہ ہٹا سکیں اس کے بعد فتح مکہ جیسی عظیم فرحت بھی حائل نہ ہو سکی۔ دعوت دین میں آپ نے ہمیشہ عزم واستقامت کی راہ اختیار کی۔ پیش آمدہ مصائب ومشکلات میں بالکل پیچھے نہ ہٹے۔ اس طرح دیئے گئے مختلف لالچ بھی آپ کو اس عزم سے دور نہ کر سکے۔ یہی وہ داعیانہ کردار کے اعلیٰ نمونے تھے جنھوں نے حضور کو دنیا کا سب سے زیادہ کامیاب مبلغ وداعی بنا دیا۔

دعوت کے نتائج وثمرات: داعی کی کامیابی کا اندازہ دعوت کی کامیابی سے لگایا جاتا ہے جو نتائج آپ کی دعوت سے مرتب ہوئے۔ اس سے پہلے کسی داعی کو وہ کامیابی نصیب نہیں ہوئی اور نہ کسی داعی کی دعوت دائمی اور ابدی شکل اختیار کر سکی۔ مگر رسول اللہ کی دعوت دائمی اور ابدی دعوت ٹھہری۔

"ھو الذی ارسل رسوله بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کله وکفی باللہ شھیدا" (۵۷) (وہی ہے جس نے اپنے رسول کو سیدھی راہ اور سچا دین دے کر بھیجا کہ اس دین کو ہر ایک دین پر غالب کر دے اور اللہ حق ثابت کر دینے میں کافی ہے)۔

آپ کی دعوت اور دین کے غلبہ کی خوشخبری مندرجہ بالا آیت میں بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو تمام دینوں پر غلبہ دیا ہے۔ جس شخص تک آپ کی دعوت پہنچی جس نے سنا اسے یقین ہو گیا کہ آپ کی دعوت سچی ہے۔ مولانا عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں کہ اس دین کو تمام

دینوں پر غالب کرنا ضروری ہے اور غالب رہنا چاہیئے ۔ یہ نہیں کہ پہلے رسول اللہ کے زمانے میں غالب آیا پھر آخر پر قیامت سے قبل غالب آ جائیگا اور غلبے سے مراد علمی غلبہ ہی مراد نہیں بلکہ سیاسی غلبہ بھی اس میں شامل ہے۔

تاریخ انسانی کا یہ انوکھا داعی ہے جو اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی دعوت کے نتائج دیکھتا ہے۔ داعی مطلوبہ معیاری اور مثالی معاشرہ کی تشکیل کرتا ہے۔ فلاحی ریاست کی تنظیم کرتا ہے باطل کو مغلوب کرتا ہے شرف انسانیت کو مستحکم کرتا ہے داعی اعظم ایسی دعوتی تحریک کا آغاز کرتے ہیں جو بُعد زمانے کے باوجود آج تک اپنی کامرانیوں اور کامیابیوں کے ساتھ جاری وساری ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کی دعوت کو زندگی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے: ''یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرّسول اذا دعاکم لما یحییکم'' (۵۸) (مسلمانو! اللہ اور اس کے رسول کی پکار کا جواب دو جب وہ پکارتا ہے تاکہ وہ روحانی موت کی حالت سے نکال کر زندہ کر دے)۔

یہ دعوت انسانیت کی اعلیٰ اقدار کے ابعاث وقیام کی دعوت ہے غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ اس دعوت نے قوموں کی زندگیوں کو کس طرح متحرک کر دیا تھا۔ اور عرب کے اوجڈ کرہء ارض کی سب سے بڑی اور مہذب قوم بن گئے۔

آنحضرت ﷺ جب تک مکہ معظمہ میں تشریف فرما ہے بنفس نفیس اس فرض کو سرانجام دیتے رہے ایک ایک کے پاس جاتے اور حق کا پیغام سناتے، شہر سے نکل کر مکہ کے آس پاس جاتے اور آنے جانے والوں کو بشارت سناتے؛ مکہ سے نکل کر طائف گئے اور وہاں بھی اپنا فرض ادا کیا یہ بھی خدا کی مصلحت تھی کہ اس نے اپنے آخری دین کا مرکز مکہ معظمہ کو قرار دیا جو عرب کا مرکزی شہر تھا اور حج کے موسم میں تمام قبیلے خود یہاں آئے تھے۔ آپ سالہا سال حج کے موسم میں ایک ایک قبیلہ کے پاس جاتے اور خدا کی دعوت پیش کرتے اس سالانہ دعوت سے اسلام کو وہ جماعت ہاتھ آئی جس کا نام انصار ہے۔ الغرض اس دعوتی عمل اور تبلیغی سرگرمیوں سے مکہ میں سینکڑوں آدمی مسلمان ہو چکے تھے قریش کے ظلم سے وہ ملک چھوڑنے پر مجبور ہوئے: اور آنحضرت کی مشاورت سے حبشہ کی طرف روانہ ہوئے اور حبشہ اور یمن میں اسلام کی دعوت روشناس ہوئی۔

جب مدینہ میں اسلام کو اطمینان نصیب ہوا اور خوب پھلنے پھولنے کا موقع میسر آیا تو آنحضرتؐ نے ان نومسلموں کی تعلیم کے لیے جو اطراف واکناف سے دارالاسلام آتے تھے اور ملک

کے مختلف گوشوں میں دعوت اسلام کے لیے ایک جماعت قائم کی جس کا نام اصحاب صفہ مشہور ہے (یعنی چبوترے والے) اس میں بعض اوقات سو سے بھی زیادہ آدمی داخل رہے، یہ لوگ ملک میں اسلام کی دعوت کے لیے بھیجے جاتے تھے اور خود نومسلموں کو تعلیم دیتے؛ بیر معونہ میں ستر کے قریب جو داعی بے دردانہ قتل ہوئے تھے اسی جماعت کے ارکان تھے۔

ان کے علاوہ اکابر صحابہ جو وقتاً فوقتاً مختلف ملکوں، بادشاہوں، قوموں اور قبیلوں میں اسلام کی دعوت لے کر پھیلے، احادیث و سیر کی کتابوں میں ان کے نام متفرق طور پر ملتے ہیں۔ تقریباً ایسے ۳۵ اصحاب کے نام ملے ہیں۔ جنھوں نے آنحضور کے حکم سے اس فرض کو انجام دیا۔ انہی مبلغین اور داعیوں اور قاصدوں کی پکار تھی جس نے یمن، یمامہ، حجاز، نجد، غرض پورے عرب کو بیدار کرایا اور عرب سے باہر ایران، شام، مصر، حبش، ہندوستان ہر جگہ اسلام پہنچ گیا۔

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع ۱۰ھ میں پر جب آپؐ نے مجمع عام کو خطاب کیا۔

"انتم تسئلون عنی فما انتم قائلون" (۵۹) (تم سے خدا کے ہاں میری نسبت پوچھا جائیگا تم کیا جواب دو گے؟)۔

صحابہ نے عرض کیا کہ ہم کہیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا: "اللھم اشھد" (۶۰) (اے اللہ گواہ رہنا)۔

عین اس وقت جب آپ یہ فرض نبوت کی ادائیگی کی بات کر رہے تھے یہ آیت اتری

"الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا" (۶۱) (آج میں نے تمھارے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور تمھارے لیے مذہب اسلام کو انتخاب کرلیا)۔ یہ نہایت حیرت انگیز منظر تھا کہ شہنشاہ عالم لاکھوں آدمیوں کے مجمع میں آپ کی دعوت کی کامیابی کا اعلان فرما رہا ہے۔

آپؐ دعوت کی کامیابی کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ داعی کی وفات کے بعد آپ کے صحابہ نے اس دعوت کو بے پناہ قربانیوں کے ساتھ آگے بڑھایا پھر اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین نے سلسلہ دعوت جاری و ساری رکھا خواہ ان کا تعلق عجم سے تھا یا عرب سے، انہوں نے اس نیابت اور ذمہ داری کو نبھانے کا خوب حق ادا کیا۔ جس سے خدا تعالیٰ کا دین ہر طرف اور ہر سو پھیلا۔ اس آیت کے مصداق ٹھہرے "وجعلنا منھم ائمۃ یھدون بامرنا لمّا صبروا وکانوا بایٰتنا یوقنون" (۶۲) (اور ان میں ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے وہ

صبر کرتے تھے اور ہماری آیات پر وہ یقین رکھتے تھے)۔

علمائے امت یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ دعوت الی اللہ کا کام فرض کفایہ ہے۔ جو دعوت کا کام آپ نے خود کیا اور مختلف علاقوں میں دعوت و تبلیغ کے مبلغین بھیجے۔ مختلف قبائل کے سرداروں کو اور بادشاہوں کو ایسے خطوط لکھے جن میں انہیں توحید کی دعوت دی گئی تھی۔ آج اس کے لیے بہت سے ذرائع استعمال ہو رہے ہیں اور یہ دعوتی فریضہ پوری تندہی سے سرانجام دیا جا رہا ہے، اور اس حکم خداوندی کی تعمیل ہو رہی ہے۔

"ولتکن منکم امّة یّدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف ینھون عن المنکر" (۶۳) (اور تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور بُرے کاموں سے منع کرے)۔

مولانا ابوالحسن ندوی فرماتے ہیں: محمد رسول اللہ ﷺ نے دعوت کے ذریعے مردم سازی اور آدم گری کا کام اس سطح سے شروع کیا جہاں سے کسی مصلح کو نہیں کرنا پڑا تھا اور نہ وہ اس کا مکلّف بنایا گیا تھا۔ اس لیے کہ عام طور پر دیگر انبیاء کی قوموں کی معاشرتی سطح زمانہ جاہلیت سے بہت بلند تھی۔ آپ نے اس سطح سے کام شروع کیا جہاں حیوانیت کی انتہا اور انسانیت کی ابتداء ہوتی تھی اور اسے اس اعلیٰ سطح تک پہنچا دیا جو انسانیت کی انتہائی منزل ہے اور جس کے بعد نبوت کے سوا کوئی درجہ نہیں، امت محمدیہ کا ہر فرد اپنی ذات میں ایک داعی اور نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور نوع انسانی کے اشرف و افضل ہونے کی ایک روشن دلیل ہے (۶۴)۔

حوالہ جات

۱۔ المائدہ:۶۷

۲۔ الفرقان:۱-۲

۳۔ یوسف:۱۰۸

۴۔ النحل:۱۲۵

۵۔ الاحزاب:۳۹

۶۔ المائدہ:۶۷

۷۔ المدثر:۱تا۳

۸۔ الانعام:۱۹

۹۔ الذاریات:۵۵

۱۰۔ ق:۴۵

۱۱۔ البقرۃ:۲۵

۱۲۔ النساء:۱۶۵

۱۳۔ العصر:۳

۱۴۔ البقرہ:۱۳۲

۱۵۔ آل عمران:۱۰۴

۱۶۔ التوبہ:۷۱

۱۷۔ الاعراف:۱۸۱

۱۸۔ مریم:۴۳

۱۹۔ سید سلیمان ندوی، سیرت النبیؐ، ج ۴

۲۰۔ اعراف:۱۷۲

۲۱۔ الذاریات:۵۶

۲۲۔ البقرۃ:۲۱

۲۳۔ حج:۶۵

۲۴۔ النحل:۳۶

۲۵۔ الحدید:۲۵

۲۶۔ النساء:۲۳

۲۷۔ المؤمن:۴۴

۲۸۔ الاعراف۵۹،۶۵،۷۳،۸۵؛ھود،۵۰،۸۱،۸۴؛المؤمنون۲۳

۲۹۔ سبا:۲۸

۳۰۔ الانبیاء:۱۰۷

۳۱۔ الفتح:۲۸

۳۲۔ الاعراف:۱۵۸

۳۳۔ سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی،۴/۱۸۸

۳۴۔ متی ۱۵-۲۵

۳۵۔ متی ۱۵-۱۷

۳۶۔ متی ۶-۷

۳۷۔ سیرۃ النبی،۴/۱۸۹

۳۸۔ البقرۃ۱۳۶-۱۳۷

۳۹۔ مدثر۱-۷

۴۰۔ شعراء:۲۱۴

۴۱۔ البیھقی، ابوبکراحمد بن الحسین؛السنن الکبریٰ(نشر السنہ، ملتان)۶/۲۱

۴۲۔ الاحزاب:۴۵-۴۶

۴۳۔ الاعراف:۱۵۷

۴۴۔ النحل:۱۲۵

۴۵۔ النساء:۶۳

۴۶۔ بخاری، الجامع الصحیح،۲/۶۲۲، کتاب المغازی، باب بعث ابی موسیٰ ومعاذ الی الیمن؛۱۰۶۳، کتاب الاحکام، باب امرالوالی اذاوجہ امیرین الی موضع)

۴۷۔ آل عمران:۱۵۹

۴۸۔ مسلم، الجامع الصحیح،۲/۵۵

۴۹۔ البقرہ:۳۴

۵۰۔ الکھف:۲۹

۵۱۔ انعام:۱۴۸-۱۴۹

۵۲۔ الغاشیہ:۱۰

۵۳۔ مسلم، الجامع الصحیح (نور محمد اصح المطابع، کراچی ۱۹۵۶، طبع ثانی) کتاب الجھاد السیر، باب ربط الاسیر وحھہ، ۲/۹۳-۹۴

۵۴۔ ابن کثیر، اسماعیل، سیرت النبی (مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار لاہور، طبع اوّل، ۱۹۹۶ء) ۱/۵۲۶؛ شبلی نعمانی، سیرت النبی (فیصل ناشران وتاجران کتب لاہور) ۱۹۹۱، ۱/۲۰۴-۲۰۵

۵۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوہ خیبر (نور محمد اصح المطابع، کراچی، ۱۹۶۱ء، طبع ثانی) ۲/۶۰۶

۵۶۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی (الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور ۱۹۹۱ء بحوالہ ابن ھشام، ۸۹) ۱/۱۴۳

۵۷۔ الفتح:۲۸

۵۸۔ الانفال:۲۴

۵۹۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ (نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۹۵۶ء، طبع ثانی) ۴/۳۹۶-۳۹۷

۶۰۔ مسلم، ایضاً

۶۱۔ المائدہ:۳

۶۲۔ السجدہ:۲۴

۶۳۔ آل عمران:۱۰۴

۶۴۔ ابوالحسن علی ندوی، منصب نبوت اور اس کے عالی مقام کے حاملین (مجلس نشریات اسلام کراچی، ۱۹۷۶ء) ۱۷۹